مؤرخ اہلحدیث

مولانا محمد اسحاق بھٹی کی یاد میں

چودھری غلام حسین تہاڑ یا تلونڈی قصور

میں نے 1942ء میں بی۔اے پاس کرلیا چونکہ ہر کلاس میں اختیاری مضمون کے طور پر ہمیشہ عربی پڑھی تھی اور بی۔اے بھی عربی کے ساتھ کیا اب چاہتا تھا کہ ایم۔اے۔عربی کر کے پروفیسر بنوں۔مگر افسوس کہ ہمارے خاندان سے تعلق رکھنے والے محکمہ ریلوے کے ایک افسر کے مشورہ پر مجھے ریلوے میں گارڈ بھرتی کرادیا گیا آپ جانتے ہیں کہ رات دن دوسرے شہروں میں آنا جانا نماز پڑھنے میں دقت ہوتی تھی ایک دفعہ میری فجر' ظہر' عصر کی نمازیں قضا ہوئیں تو میں استعفادے کر گھر آ گیا۔

ان دنوں دوسری جنگ عظیم ہو رہی تھی تو میں فیروز پور چھاؤنی میں ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں کلرک مقرر ہو گیا۔ ہمارے دفتر میں مسجد موجود تھی تو میں ظہر کی نماز وہاں پڑھ آتا تھا۔ محکمے کا بڑا افسر ہندو تھا اور اس کا نائب سکھ تھا۔انہوں نے میری نماز پر اعتراض کیا تو میں نے استعفا دے دیا۔اب میں نے فیصلہ کرلیا میں آئندہ گورنمنٹ سروس نہیں کرونگا۔لکھوی خاندان نے لکھو کے سے دو تین میل کے فاصلے پر جھوک ٹہل سنگھ اسٹیشن کے نزدیک اور ہمارے چک تہاڑیا سے دو میل کے فاصلے پر ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا تھا۔جس کا نام ''مرکز الاسلام لکھوکے'' رکھا گیا۔

مولانا محی الدین لکھوی اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین لکھوی یہیں رہائش پذیر تھے۔انہوں نے ایک دفعہ اعلان شائع کیا تھا کہ وہ اپنی درس گاہ میں طالب علموں کو دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دینا چاہتے ہیں تو میں نے اس نزدیکی درسگاہ میں حاضر ہو کر اپنی خدمات پیش کیں تو انہوں نے قبول فرمالیں اور میں وہاں چلا گیا وہاں میری ملاقات مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب سے ہوگئی۔قرآن وحدیث کی تعلیم دینے پر وہاں جو علماء مامور تھے ان میں جناب حضرت

مولانا محمد اسحاق بھٹی بھی شامل تھے۔ میں نے طلباء کو انگریزی ریاضی وغیرہ پڑھانی شروع کر دی۔ وہاں میں اور مولانا اسحاق بھٹی ایک ہی کمرے میں رہتے تھے۔ یہ 44-1943ء کی بات ہے۔

مولانا بھٹی کو سیاست کا چسکا بھی تھا۔ یہاں سے کبھی کبھار اپنی ریاست فرید کوٹ میں جا کر سیاسی تقریریں کر کے جیل یاترا کر آتے تھے۔ 1947ء میں پاکستان کے وجود میں آنے پر میں تو تلونڈی ضلع قصور میں اور بھٹی صاحب جڑانوالہ کے گاؤں 53 گ ب میں آ کر رہائش پذیر ہو گئے۔

جولائی 1947ء میں دار العلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور میں جماعت کے سرکردہ حضرات کا ایک اجلاس ہوا جس میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی تاسیس ہوئی اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی کو متفقہ طور پر اس کا صدر منتخب کیا گیا اور پروفیسر عبدالقیوم کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا اور مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کا نام بطور ناظم دفتر تجویز ہوا۔ اب بھٹی صاحب تو اپنے گاؤں میں بڑے اعلیٰ پیمانے پر زمینداره کر رہے تھے۔ تو انہیں وہاں سے لانے کے لیے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی ڈیوٹی لگائی گی۔ مولانا بھوجیانی ان کے گاؤں گئے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران ہوئے اور خوش بھی ہوئے۔ مولانا نے بھٹی صاحب کو ساری بات بتائی اور ساتھ چلنے کو کہا مگر بھٹی صاحب بہت پریشان ہوئے اور کہا کہ میں تو ابھی ایک کھیت میں ہل چلا کر آیا ہوں پھر اس میں گندم بونی ہے۔ کماد وغیرہ کی گوڈی کرنی ہے۔ بہر حال انہوں نے اگلے روز آنے کا وعدہ کر لیا۔

چنانچہ اگلے روز جناب مولانا اسحاق بھٹی صاحب اپنے دفتر پہنچ گئے۔ مولانا داؤد غزنوی صاحب مطمئن ہو گئے۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب ناظم اعلیٰ سے ان کی ملاقات ہوئی انہوں نے بھٹی صاحب کو دفتر کا چارج دے دیا۔ لکھنے پڑھنے کے متعلق تمام ضروریات مہیا کر دیں اور ان کی تنخواہ 90 روپے مقرر ہوئی۔

مولانا بھٹی صاحب عالم تو تھے ہی قدرت نے انہیں تحریر و تذکرہ، سیرت و سوانح کا علمی منہاج بھی عطا کیا تھا چنانچہ انہوں نے لکھنا شروع کیا۔ قافلہ حدیث، ارمغان حنیف، بزم ارجمنداں، برصغیر میں علم فقہ، فقہاء ہند 10 جلدوں میں، فقہاء پاک و ہند تین جلدوں میں، برصغیر

میں علم فقہ فارسی عربی (گیارہ جلدیں)

برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش' اسلام کی بیٹیاں وغیرہ ان کے علاوہ ان کی تقریباً چالیس کتابیں مارکیٹ میں آ گئیں۔ میں نے ان کی ہر کتاب میں مسلک اہلحدیث اور علماء حدیث کا ذکر دور دراز ملکوں اور گزرے ہوئے زمانے کے حالات و واقعات کو تحریر پایا ہے۔

15 سال تک 'ہفت روزہ الاعتصام لاہور' کے ایڈیٹر رہے اس دوران اس کے کئی خاص نمبر مثلاً حدیث نمبر' عید نمبر' آئین نمبر وغیرہ شائع کیے اس کے علاوہ ملک کے مشہور روزناموں میں عرصہ تک مضمون نویسی اور کالم نگاری کرتے رہے جس کی بناء پر وہ کہنہ مشق صحافی' تجزیہ نگار' اور خاکہ نگار مشہور ہو گئے۔

بہت سے دوستوں کے مطالبے پر انہوں نے سوانح عمری بھی لکھ دی جس کا نام انہوں نے ''گزر گئی گذران'' رکھا۔ اس کی ایک کاپی تحفہ کے طور پر مجھے بھجوا دی۔ ریڈیو ٹیلی ویژن پر تقریریں شروع کر دیں ان کی اس طرح شہرت عرب ملکوں میں بھی پہنچ گئی تھی۔ ایک دفعہ کویت گئے تو وہاں انہیں مؤرخ اہلحدیث کا لقب دے دیا گیا• اب مولانا محمد اسحاق بھٹی کا تعلق یہاں دو بزرگوں سے رہا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی جو جمعیت کے صدر منتخب ہوئے اور مولانا محمد اسماعیل سلفی جو عاملہ کے رکن تھے۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے بھٹی صاحب بہت متاثر ہوئے ان کے متعلق ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی میں بے شمار صلاحیتیں جمع ہو گئیں تھیں وہ بڑے عالم بھی تھے اور عابد و زاہد بھی۔ معاملہ فہم بھی تھے اور مردم شناس بھی' محقق بھی تھے اور سیاست دان بھی' ذہین و فطین بھی تھے۔ 'بے خوف بھی تھے۔ اور حق گو بھی' رعب و دبدبہ بھی تھا اور رحمت و شفقت بھی۔ اس طرح بے شمار صلاحیتیں اور اوصاف گن دیے اس طرح بھٹی صاحب کی علمیت بھی خوب ظاہر ہو گئی۔

مولانا غزنوی 1895ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر مختلف علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ علوم عالیہ سے فراغت کے بعد اپنے بزرگوں کے قائم کردہ مدرسہ غزنویہ امرتسر میں تدریس کا کام کرتے رہے آپ ہر مکتب فکر کے بزرگوں کی عزت کرتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی بڑے بڑے علماء اور سیاستدان ان کی

قدر و منزلت میں کچھ کمی نہ کرتے تھے۔

مولانا محمد اسمعیل سلفی اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے ان کے والد مولانا محمد ابراہیم بہت صالح و عابد بزرگ تھے۔ اعلیٰ درجے کے خوش نویس تھے مولانا اسمعیل ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان محدث پنجاب کے مدرسے میں داخل ہو گئے۔ 1916ء میں وہاں سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا عبدالجبار غزنوی کے ہاں زیر تعلیم رہے۔

1921ء میں گوجرانوالا چوک نیائیں کی جامع مسجد میں تدریس اور خطابت کی مسند سنبھالی۔ 1949ء میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ناظم اعلیٰ بنا دیئے گئے پھر 1943ء میں امیر جماعت مولانا غزنوی کے بعد مولانا محمد اسمعیل جماعت کے امیر منتخب ہو گئے۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں کہ مولانا اسمعیل پنجابی میں تقریر کرتے تو تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ یکساں استفادہ کرتے تھے۔

اگست 1949ء میں "ہفت روزہ الاعتصام" گوجرانوالہ سے جاری ہوا اس کے انچارج مولانا محمد اسمعیل سلفی تھے۔ الاعتصام کے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی کو نائب مدیر بنا دیا گیا۔ دو سال کے بعد الاعتصام کی ادارت مولانا محمد اسحاق بھٹی کے سپرد کر دی گئی۔

مولانا محمد اسمعیل سلفی 20 فروری 1968ء کو نماز عصر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ عالمِ برزخ سے بلاوہ آ گیا اور وہ لبیک کہتے ہوئے عالمِ جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اب "ہفت روزہ الاعتصام" کی تعمیر و ترقی مولانا بھٹی صاحب کے ذمہ ہی تھی اور انہوں نے اس سلسلہ میں بہت محنت کی اور کامیابی حاصل کی۔ مختلف شہروں کا سفر کر کے الاعتصام کے سینکڑوں سالانہ خریدار بنائے۔ بھٹی صاحب کے مضامین بھی اس میں شائع ہوتے اور مختلف علماء و سیاستدانوں کے مضامین اور کتابوں وغیرہ کے تبصرے مولانا محمد اسحاق بھٹی 15 برس تک اس کے ایڈیٹر رہے اس دوران بہت کچھ خاص نمبر بھی شائع کیے مثلاً عید نمبر، حدیث نمبر وغیرہ

اب مولانا کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم نے لاہور میں کلب روڈ پر "ادارہ ثقافت اسلامیہ" کے نام سے ایک تحقیقی ادارہ قائم کیا جس میں بعض حضرات کو تصنیفی

خدمات پر لگا دیا گیا۔ مولانا داؤد غزنوی کی وفات کے بعد مولانا اسحٰق بھٹی نے ''الاعتصام'' کی ادارت سے استعفیٰ دے دیا۔

اب ادارہ ثقافت اسلامیہ کے اکیڈمک ڈائریکٹر میاں محمد شریف تھے انہوں نے چند دوستوں کے مشورہ پر مولانا محمد اسحٰق بھٹی کو بلا بھیجا اور بڑی شفقت سے فرمایا کہ آج سے آپ ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' کے مستقل رکن ہونگے

ادارہ ثقافت اسلامیہ میں بھٹی صاحب کو خالص تحقیقی میدان مل گیا اور انہوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا وہ پورے 32 سال اس کے رکن رہے۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی لائبریری میں تقریباً چودہ ہزار کتابیں تھیں۔ تقریباً ہر مضمون پر کتابیں موجود تھیں۔ انہوں نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔ میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بطور لائبریرین گزارا تھا اس لیے مجھے اس سے پوری دلچسپی تھی۔

اس ادارہ سے فارغ ہونے کے بعد ماشاء اللہ انہوں نے لکھوی، غزنوی اور روپڑی خاندانوں سے لیکر معروف شخصیات کے تذکروں کے مزید پچاس ہزار صفحات تحریر کیے۔ ''المعارف'' کے ایڈیٹر رہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ وسیر پر بہت کتابیں لکھیں۔

1995ء میں جب میری اہلیہ فوت ہوئی تو انہوں نے اسی Institute of Islamic Culture کے پیڈ پر طویل مفصل افسوسنامہ لکھا۔

مولانا بھٹی عجز وانکسار کا حقیقی پیکر تھے ان کی بود وباش عام سی اور بڑی سادہ تھی۔ زندگی کے آخری ایام تک ان کی رہائش محلہ کی ایک تنگ سی گلی میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہی۔ بھٹی صاحب 2015ء کے آخری مہینے کی آخری تاریخوں میں آخری سانس لے گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اب میرے دوست اور ملنے والے بہت غمگین اور افسوس زدہ حالت میں لکھ رہے ہیں کہ ممتاز عالم دین، مؤرخ ومصنف اور متنوع وادیب، ذہبی دوراں نوے برس کی عمر پا کر ہمیں داغ جدائی دے گئے۔ اور ادھر میں لکھ رہا ہوں کہ میرے بہتر سالہ ملنہار مجھ سے ہمیشہ کے لیے روٹھ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون